وہ دانائے سبل، ختم الرسل......

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

عقیدہ ختم نبوت، مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نبوت کا سلسلہ آپ پر آ کر ختم ہوگیا ہے، آپ کے بعد کوئی بھی شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا تو کذاب اور جھوٹا سمجھا جائے گا، یہ اسلام کا ایک بے غبار اور غیر متنازعہ متفقہ عقیدہ ہے، اسی وجہ سے پاکستان کی پارلیمنٹ نے 1974 میں متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا تھا، 1984 میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا جس کی رو سے قادیانیوں کو اپنے عقیدے کی تشہیر سے روک دیا گیا، دین دشمن قوتوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً ختم نبوت کے عقیدے اور توہین رسالت کی سزا کے حوالہ سے سازشوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے لیے بہت سے بد بخت، تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر کے جہاں اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں، وہاں مسلمانان عالم کو اذیت اور تکلیف پہنچاتے اور ان کے جذبات سے کھیلتے ہیں...... آج کل سوشل میڈیا کا دور ہے جس میں ہر آدمی جو چاہتا ہے، وہ کہہ دیتا اور لکھ دیتا ہے، ایک عرصے سے سوشل میڈیا پر انسانیت کے کئی مجرم بدبختوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی کو ایک مہم اور مشن کے طور پر اپنایا جس کا چند ماہ پہلے بجا طور پر اسلام آباد ہائی کورٹ نے نوٹس لیا، ختم نبوت کے حوالے سے کیس کی سماعت اسلام آباد ہائی کورٹ میں آج کل روزانہ کی بنیاد پر ہو رہی ہے، اور کئی اہل علم عدالت کو علمی تعاون فراہم کر رہے ہیں، ہم نے اس مضمون میں اس جرم کی سزا کی شرعی حیثیت اور دیگر جہتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ ہمارے قومی شاعر علامہ اقبال نے کیا ہی خوبصورت خیال پیش فرمایا ہے۔

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل
جس نے غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اللہ جل شانہ نے وہ تمام انسانی بلند اوصاف و اخلاق جمع فرمادیئے تھے جن پر ''شرف انسانی'' کی بنیاد قائم ہے اور جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے وانّکَ لعلیٰ خُلُقٍ عظیم کے بلیغ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں، ایک مسلمان کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، آپ کی سنت وسیرت اور زندگی گزارنے کی ایک ایک ادا، اس طرح قابل تقلید اور محبوب ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی طرف اس کا اسلام اور ایمان نگاہ اٹھانے کی اجازت نہیں دے سکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے لئے عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز ومحور ہیں اور ان ہی کے نام سے اس کی آبرو قائم ہے، وہ پر یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ ''آبروئے ما زِ نامِ مصطفیٰ است'' بلکہ اس کی عقیدت اور عقیدے کا معیار یہ ہوتا ہے کہ ۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسرا است
کسے کہ خاکِ درش نیست، خاک بر سرِ او

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور کی سیرت، کسی خاص ملت کا نہیں بلکہ وہ پوری انسانیت کا سرمایہ ہے، خود غیر مسلم مؤرخین نے جگہ جگہ اس کا اعتراف واقرار کیا ہے، ان مؤرخین اور مصنفین کی ایک طویل فہرست ہے، یہاں صرف مشہور فرانسیسی مورخ ''لامارتاں'' کی تحریر کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے، وہ اپنی مشہور کتاب ''تاریخ ترکیہ'' میں لکھتا ہے:

''دنیا میں کسی انسان نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نصب العین سے بلند نصب العین اپنے سامنے نہیں رکھا۔ یہ عظیم الشان نصب العین کیا تھا، خدا اور بندے کے درمیان توہمات کے پردے اٹھا دینا، خدا کو انسان کے قلب میں رچا دینا، انسان کو خدائی صفات کے رنگ میں رنگ دینا اور صدہا باطل خداؤں کی بجائے خدا کا منزہ اور مقدس تصور پیش کرنا۔ آج تک کبھی کسی انسان نے اتنے بڑے کام کا بیڑا نہیں اٹھایا، جس کے وسائل اور ذرائع اس قدر محدود ہوں اور مقصد اتنا دشوار اور اس کی قدرت سے باہر ہو۔ نصب العین کی بلندی، وسائل کی کمی اور پھر نتائج ایسے درخشاں حاصل کرنا، اگر یہ کسی انسان کی غیر معمولی قابلیت کا معیار ہے تو کون ہے جو اس میدان میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلے میں کسی دوسرے انسان کو پیش کرنے کی جرات کرسکتا ہے؟

دنیا کے اور بڑے بڑے انسانوں نے صرف اسلحہ، قانون یا سلطنتیں پیدا کیں، وہ زیادہ سے زیادہ مادی قوتوں کی تخلیق کرسکے جو اکثر اوقات خود ان کی انکھوں کے سامنے راکھ کا ڈھیر ہوکر رہ گئیں لیکن اس انسان نے صرف جیوش و عساکر، مجالس قانون ساز، وسیع سلطنتوں، قوموں اور خاندانوں ہی کو حرکت نہیں دی بلکہ ان کروڑوں انسانوں کے قلوب کو بھی، جو اس زمانہ کی آباد دنیا کے ایک تہائی حصہ میں بستے ہیں اور اس سے بھی زیادہ اس شخصیت نے قربان گا

ہوں، دیوتاؤں، مذاہب ومناسک، تصورات اور معتقدات بلکہ روحوں تک کو ہلا دیا۔ اس نے ایسی قومیت کی بنیاد رکھی، جس نے دنیا کی مختلف نسلوں اور زبانوں کے امتزاج سے ایک امت واحدہ پیدا کردی۔ یہ لافانی امت اور باطل خداؤں سے سرکشی اور تنفر اور ایک خدائے واحد کے لئے والہانہ عشق۔ اس نے تمام باطل خداؤں کی عبادت گاہوں کو ڈھا دیا اور ایک تہائی دنیا میں آگ لگا دی۔ اس کی پاک زندگی، اس کی توہم پرستی کے خلاف جنگ، مکی دور میں طرح طرح کے مصائب کا حیرت انگیز استقلال اور صبر سے مقابلہ کرنا، پھر اس کی ہجرت اور دعوتِ رشد و ہدایت، خدا کی راہ میں غیر منقطع جہاد، اپنے مقصد کی کامیابی پر یقین محکم اور نامساعد حالات میں اس کی مافوق البشر جمعیت خاطر، فتح وکامرانی میں تحمل وعفو، کسی سلطنت سازی کے لئے نہیں، بلکہ خالص خدائی مقاصد کی کامیابی کے واسطے اس کی شبانہ روز نمازیں، دعائیں، اپنے معبود سے راز ونیاز کی باتیں، اس کی حیات، اس کی رحلت اور بعدوفات اس کی مقبولیت یہ تمام حقائق کس قسم کی سیرت کی گواہی دیتے ہیں۔

عظیم مفکر، بلند پایہ خطیب، پیغامبر، مقنن، سپہ سالار، نہ صرف اجسام بلکہ اذہان وقلوب پر غلبہ پانے والا، صحیح نظریہ حیات کو علی وجہ البصیرت قائم کرنے والا، بہت سی سلطنتوں اور ان سب پر آسمانی بادشاہی کا بانی۔ یہ ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان تمام معیاروں کو اپنے ساتھ لاؤ، جن سے انسان کی عظمت اور بلندی کو ناپا اور پرکھا جاسکتا ہے، اس کے بعد بتاؤ کہ کیا دنیا میں اس سے بزرگ تر اور کوئی انسان کبھی ہوا ہے؟'' (تاریخ ترکیہ:۱/۶۷۲)

عشق نبوی۔ جزو ایمان:

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی مسلمان کی عقیدت ومحبت، بے حقیقت جذباتی نظریہ کی بنیاد پر نہیں، بلکہ یہ اس کے ایمان کا جز اور اس کے دین کا حصہ ہے، حضور ہی اس کی محبتوں کا محور اور اس کی تمناؤں کی آماج گاہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع اس کے سعی وعمل کے لئے نمونہ ومعیار ہے اور اسی میں اس کی ابدی سعادت کا راز مضمر ہے، قرآن کریم نے جگہ جگہ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{قل ان كان آباؤكم و ابناؤكم و اخوانكم و ازواجكم و عشيرتكم و اموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها و مساكن ترضونها احب اليكم من الله و رسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتى ياتي الله بامره والله لا يهدي القوم الفاسقين}

''آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بیٹھ جانے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، اگر تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ

تعالیٰ (سزا دینے کے لئے) اپنا حکم بھیج دے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (التوبہ:۲۴)

ایک اور آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیتے ہوئے کہا گیا ہے:

{وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب}

''اور رسول جو کچھ تمہیں دے دیا کریں وہ لے لیا کرو، اور جس سے وہ تمہیں روک دیں، رک جایا کرو۔ اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت سزا دینے میں بڑا سخت ہے۔'' (سورۃ الحشر:۷)

ایک دوسری آیت میں اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے سر تسلیم خم کرنے کو مومنین کا شیوہ بتلاتے ہوئے کہا گیا:

{انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ و رسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا و اطعنا}

''ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب وہ بلائے جاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ (رسول) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو وہ (ایمان والے) کہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا'' (النور:۵۱)

ایک اور جگہ وضاحت کر دی ہے کہ اللہ اور رسول کے فیصلے اور حکم آنے کے بعد کسی مومن مرد، عورت کے شایان شان نہیں کہ وہ اس کے برعکس من مانی کریں، ایسی صورت میں سوائے تعمیل حکم کے اس کے لئے کسی اور راہ کو اختیار کرنے کی گنجائش نہیں، ارشاد ہے:

{و ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضللا مبینا}

''اور کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لئے یہ درست نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا حکم دے دیں تو پھر ان کو اپنے (اس) امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہی میں جا پڑے گا۔'' (سورۃ الاحزاب:۳۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے نقل فرمائی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

{لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین۔}

''تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کو مجھ سے اپنے ماں باپ، اولاد اور باقی سب لوگوں سے بڑھ کر محبت نہ ہو''۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم ۱۴، صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم:۱۷۷)

عہد نبوی میں بے حرمتی کے واقعات:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بعض بدبختوں کی طرف سے گستاخی کا سلسلہ کوئی نیا نہیں، خود عہد نبوی میں دربار نبوت کی بے حرمتی کے واقعات پیش آئے اور آپ کی ناموس پر کٹ مرنے والی پاکیزہ ہستیوں نے ان دریدہ دہن بدبختوں کو اپنے انجام تک پہنچایا ہے:

☆ ایک نابینا صحابی کی باندی حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی، وہ ایک رات اٹھے اور تلوار سے اس باندی کا پیٹ چاک کر کے اس کو قتل کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو فرمایا کہ اس کا خون ہدر اور رائیگاں ہے۔ (بلوغ المرام فی احادیث الاحکام، ص:۱۲۳)

☆ کعب بن اشرف مشہور یہودی رئیس تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا اور ہجو یہ اشعار کہتا، حضرت محمد بن مسلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر جا کر اس کا کام تمام کیا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۰۳۷)

☆ مدینہ منورہ میں ابو عفک نامی ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں ہجو یہ نظم لکھی، حضرت سالم بن عمیر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر جا کر اسے قتل کیا۔ (سیرۃ ابن ہشام: ۴/۲۸۲)

☆ فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کر دیا گیا تھا، لیکن شاتم رسول ابن خطل کو معافی نہیں دی گئی، اس نے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑا تھا اور اسی حالت میں اسے قتل کیا گیا، ابن خطل کی دو لونڈیوں کا خون بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رائیگاں قرار دیا تھا کیونکہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو یہ اشعار گایا کرتی تھیں۔ (الکامل لابن اثیر: ۲/۹۶۱، صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۰۳۵)

☆ عصماء بنت مروان شاعرہ تھی اور قبیلہ بنوامیہ سے اس کا تعلق تھا، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی، حضرت عمیر بن عدی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر جا کر اس کو قتل کیا۔ (سیرت ابن ہشام، جلد: ۴، صفحہ ۲۸۳)

توہین رسالت کی سزا:

عہد نبوی کے ان واقعات سے ایک بات بالکل بے غبار ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ ''توہین رسالت'' کا جرم ایسا نہیں جس سے چشم پوشی کی جائے یا اس سے درگزر کیا جائے، چنانچہ تمام ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ توہین رسالت کا مجرم واجب القتل ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں: '' حاصل یہ ہے کہ شاتم رسول کے کفر اور اس کے قتل کے درست ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔'' (جلد۴، صفحہ: ۶۴)

فقہ حنفی کی مشہور شخصیت امام سرخسی شاتم رسول کے قتل پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شتم کیا، آپ کی توہین کی، دینی یا شخصی اعتبار سے آپ پر عیب لگایا، آپ کی صفات میں کسی صفت پر نکتہ چینی کی تو چاہے یہ شاتم رسول مسلمان ہو یا غیر مسلم، یہودی ہو یا عیسائی یا غیر اہل کتاب، ذمی ہو یا حربی، خواہ یہ شتم واہانت عمداً ہو یا سہواً، سنجیدگی سے ہو یا بطور مذاق، وہ دائمی طور پر کافر ہوا، اس طرح پر کہ اگر وہ توبہ بھی کرلے تو اس کی توبہ نہ عنداللہ قبول ہوگی نہ عندالناس اور شریعت مطہرہ میں متاخر و متقدم تمام مجتہدین کے نزدیک اس کی سزا اجماعاً قتل ہے۔'' (خلاصۃ الفتاویٰ: ۲۸۶/۴)

تنقید اور توہین کا شوشہ:

بعض مغرب زدہ مسلمان دانشوروں نے ''تنقید اور توہین'' کا شوشہ چھوڑ کر اس بات پر جوز وردیا ہے کہ مسلمان کو تنقید اور توہین کا فرق ملحوظ رکھنا چاہیے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ دین اسلام میں منصب نبوت ہر قسم کی تنقید سے بلند ہے، انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں، منصب نبوت کی طرف کسی قسم کی انگشت نمائی یا تنقید ''توہین رسالت'' ہی کے زمرے میں آتی ہے، امت کے جلیل القدر علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، یہ دانشور اگر ان کتابوں کا بغور مطالعہ کرلیں تو انہیں مستشرقین کے دائرہ اثر سے نکلنے کا موقع مل جائے گا، علامہ تقی الدین سبکی کی کتاب ''السیف المسلول علی من سب الرسول'' علامہ ابن الطلاع اندلسی کی تالیف ''اقضیۃ الرسول''، مشہور حنفی عالم، علامہ زین العابدین شامی کی ''تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام'' اور علامہ ابن تیمیہ کی شہرہ آفاق تصنیف ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' اس موضوع پر ایسی کتابیں ہیں جنہوں نے کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا اور سب اس پر متفق ہیں کہ بارگاہ رسالت میں کسی بھی قسم کی تنقید کی سزا موت اور قتل ہے۔

چنانچہ جب اسلام اور مسلمانوں کا غلبہ تھا اور مسلمانوں کی عدالتیں دشمنوں کے دباؤ سے آزاد تھیں، تب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا تو مجرم موت کی سزا پاکر کیفر کردار تک پہنچ جاتا بلکہ نویں صدی کے وسط میں اندلس کے اندر ''شاتمین رسول'' نے ایک جماعت کی شکل اختیار کرلی تھی لیکن مسلمان قاضیوں نے کوئی نرمی نہیں برتی اور اس کیس کے ہر مجرم کو سزائے موت دی۔ یولوجیس نامی عیسائی اس گروہ کا سربراہ تھا اور اس کی سزائے موت کے ساتھ ہی مسلم ہسپانیہ میں اس بدبخت جماعت کا خاتمہ ہوا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے، تاریخ ہسپانیہ: ۲۰۰/۱)

گزشتہ دو تین صدیوں سے ''آزادی اظہار رائے'' کی جو سموم ہوا یورپ میں چل پڑی ہے، اس ناقابل معافی جرم کو بھی وہ اس کے بھینٹ چڑھانے کی سعی کررہی ہے، پاکستان میں قابل فہم طور پر ایک اسلامی ریاست ہونے کے ناتے ''توہین رسالت'' کی سزا موت ہے، مغربی ممالک نے اس قانون کے خلاف بڑا واویلا مچایا اور اسے ''

آزادی'' کے خلاف قرار دے کر مختلف حکومتوں پر یہ قوتیں دباؤ ڈالتی رہیں لیکن الحمدللہ یہاں کی عوامی قوت کے خوف سے کوئی حکومت اب تک اس میں تبدیلی نہیں کرسکی ہے۔ مشہور بیوروکریٹ اور ادیب قدرت اللہ شہاب نے اس سلسلے میں مسلمانوں کے جذبات کا تجزیہ کرتے ہوئے کافی حد تک صحیح لکھا ہے کہ:

''رسول خدا کے متعلق اگر کوئی بدزبانی کرے تو لوگ آپے سے باہر ہوجاتے ہیں اور کچھ لوگ تو مرنے کی بازی لگا بیٹھتے ہیں، اس میں اچھے، نیم اچھے، برے مسلمان کی بالکل کوئی تخصیص نہیں، بلکہ تجزیہ تو اسی کا شاہد ہے کہ جن لوگوں نے ناموس رسالت پر اپنی جان عزیز کو قربان کردیا، ظاہری طور پر نہ تو وہ علم وفضل میں نمایاں تھے اور نہ زہدوتقویٰ میں ممتاز تھے، ایک عام مسلمان کا شعور اور لاشعور جس شدت اور دیوانگی کے ساتھ شانِ رسالت کے حق میں مضطرب ہوتا ہے، اس کی بنیاد عقیدہ سے زیادہ عقیدت پر مبنی ہے، خواص میں یہ عقیدت ایک جذبہ اور عوام میں ایک جنون کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔''

ایک عام مسلمان کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت ومحبت کا یہ عالم ہے کہ وہ ناموس رسالت پر کٹ مرنے کو اپنے لیے مایہ فخر سمجھتا ہے اور مولانا محمد علی جوہر کی ایمانی غیرت وحمیت کے یہ الفاظ تقریباً ہر مسلمان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں:

''جہاں تک خود میرا تعلق ہے، مجھے نہ قانون کی ضرورت ہے نہ عدالتوں کی حاجت، اگر کوئی ہندوستانی اس قدر شقی القلب ہے کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے، ان میں سب سے اشرف نبی سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم اور باعثِ تکوین دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو تقدس میرے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، اس کا اتنا پاس بھی نہیں کرتا کہ اس برگزیدہ ہستی کی توہین کرکے میرے قلب کو چور چور کرنے سے احتراز کرے تو مجھ سے جہاں تک صبر ہوسکے گا، صبر کروں گا، جب صبر کا جام لبریز ہوجائے گا تو اٹھوں گا اور یا تو اس گندہ دل، گندہ دماغ، گندہ دہن کافر کی جان لے لوں گا یا اپنی جان اس کی کوشش میں کھودوں گا۔'' (مولانا محمد علی جوہر، آپ بیتی اور فکری مقالات، صفحہ:۲۳۲)

جب کہیں مسلمان خود اقلیت میں ہوگئے یا مسلمانوں کی عدالتیں غیروں کے دباؤ میں آگئیں اور وہاں توہین رسالت کے مجرموں کو کیفرکردار تک پہنچانے کے لیے انصاف کے راستوں میں رکاوٹیں پیش آنے لگیں، تب عام مسلمانوں نے کسی قانون اور عدالت کی پروا نہیں کی۔

آزادی اظہار رائے کی حدود:

جہاں تک آزادی اظہار رائے کا تعلق ہے تو دنیا کے کسی بھی دستور میں ''آزادئ مطلق'' کا حق نہیں دیا گیا، یہاں سیکولر ہونے کے دعویٰ دار چند معروف دستوروں کے حوالے دیے جاتے ہیں۔

سب سے پہلے فرانس کو لے لیں، جہاں کے اخبارات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اہانت آمیز خاکے شائع کیے ہیں اور اسے ''آزادی اظہار رائے'' کا اپنا حق قرار دیا ہے، اسی فرانس کے دستور کے آرٹیکل نمبر ایک میں کہا گیا ہے: ''انسان آزاد پیدا ہوا ہے اور آزاد رہے گا اور سب کو مساوی حقوق حاصل ہوں گے، لیکن سماجی حیثیت کا تعلق مفاد عامہ کے پیش نظر کیا جائے گا۔'' اور آرٹیکل نمبر چار میں کہا گیا ہے: ''آزادی کا حق اس حد تک تسلیم کیا جائے گا جب تک کہ اس سے کسی دوسرے شخص کا حق متاثر یا مجروح نہ ہو اور ان حقوق کا تعین بھی قانون کے ذریعے کیا جائے گا۔''

جرمنی کے آئین کے آرٹیکل نمبر ۵ میں کہا گیا ہے: ''ہر شخص کو تحریر، تقریر اور اظہار خیال کی آزادی کا حق حاصل ہے۔'' مگر اس کے ذیلی آرٹیکل نمبر ۲ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ حقوق شخصی عزت و تکریم کے دائروں میں رہتے ہوئے استعمال کیے جا سکیں گے۔

امریکی دستور میں بھی مطلق آزادی کا کوئی تصور نہیں، امریکن سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق دستور میں ایسی تحریر اور تقریر کی اجازت نہیں جو عوام میں اشتعال انگیزی یا امن عامہ میں خلل اندازی کا سبب بنے یا اس سے اخلاقی بگاڑ پیدا ہو، ریاست کو ایسی آزادی سلب کرنے کا اختیار دیا گیا، اسی طرح آزادئ مذہب کے نام پر توہین مسیح کے ارتکاب کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ (امریکن سپریم کورٹ کے اس فیصلے کی تفصیل محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے اپنی کتاب ''ناموس رسالت اور توہین رسالت'' کے باب پنجم میں لکھی ہے۔)

یہی حال برطانیہ کا ہے، وہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا برطانیہ کی ملکہ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کی اجازت نہیں، وہاں ہائیڈ پارک میں ''اسپیکر کارنر'' کے نام سے ایک گوشہ مختص ہے، جہاں مخصوص اوقات میں ہر شخص کو جو جی میں آئے کہنے یا بکنے کی چھوٹ دی گئی ہے، لیکن یہاں بھی کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرے یا ملکہ کی شان میں گستاخی کرے۔

جب خود ان قوموں کے دساتیر میں ''آزادی اظہار رائے'' کو مشروط کیا گیا کہ اس کی اسی وقت اجازت ہے جب وہ کسی کے حق اور جذبات مجروح کرنے کا ذریعہ نہ بنے، ایسے میں قانونی حوالے سے اس کا جواز کیونکر ہو سکتا ہے کہ کائنات کی سب سے بزرگ ہستی کی توہین کی جائے، جو دنیا کے مختلف خطوں میں رہنے والے اربوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کا ذریعہ بنتی ہے!

حقیقت یہ ہے کہ ناموس رسالت پر حملوں کے اس طرح کے افسوس ناک واقعات، عیسائی دنیا کی اس پرانی اسلام دشمنی کا نتیجہ ہیں جو صدیوں سے قائم ہے اور قرب قیامت تک قائم رہے گی، پیغمبر اسلام اور اسلام کے خلاف

پروپیگنڈا، اس کے متعصبانہ خمیر میں شامل ہے اور اس کے لیے انہوں نے بڑے بڑے ادارے قائم کیے، جن کے تحت ہزاروں افراد کام کر رہے ہیں، یہ لوگ صدیوں سے اسلام کے قلعے پر علمی، عملی اور سائنسی محاذوں سے حملہ آور ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ اس قلعے میں شگاف پڑے، انہیں معلوم ہے کہ دین اسلام ہی ان کی ظاہری چمک دمک والی لیکن اندر سے کھوکھلی اور فرسودہ تہذیب کو کارزار حیات میں شکست و ریخت سے دوچار کر کے مٹا سکتا ہے کہ وہی ایک زندہ جاوید اور قیامت تک رہنے والا دین برحق ہے......{یریدون لیطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو کره الکفرون}

پاکستان میں توہین رسالت کے قانون سزا کا پس منظر:

پاکستان، اسلام کے نام پر بننے والا ملک ہے جس کی پہچان اور دنیا کے نقشے پر جس کے وجود میں آنے کا جواز اسلام اور اس کی تعلیمات کا عملی نفاذ تھا، برصغیر میں ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے بڑی ایمان افروز تحریکیں چلی ہیں اور خواجہ بطحا صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس پر جانیں قربان کرنے کی لہو رنگ تاریخ مرتب ہوئی ہے، عام مسلمانوں نے جب بھی دیکھا کہ توہین رسالت کے مجرم کو قانون گنجائش فراہم کر رہا ہے اور انصاف پر قانون کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی ہے تب مسلمانوں نے انصاف خود اپنے ہاتھوں میں لیا ہے، انہوں نے پھر کسی قانون، کسی ضابطے کی پروا نہیں کی۔ انیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں راجپال نامی بدبخت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر مشتمل ایک کتاب ''رنگیلا رسول'' کے نام سے لکھی تھی، انگریز کا قانون نافذ تھا، مسلمان بجا طور پر مشتعل تھے، دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دیا گیا تھا اور کسی قسم کے جلسے اور اجتماع کی اجازت نہیں تھی، اس موقع پر خطیب الہند، حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے جو تقریر کی اس سے مسلمانوں کے جذبات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، انہوں نے فرمایا:

جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے، ناموس رسالت پر حملہ کرنے والے چین سے نہیں رہ سکتے، پولیس جھوٹی، حکومت کوڑھی اور ڈپٹی کمشنر نا اہل ہے اور ہندو اخبارات کی ہرزہ سرائی کو روک نہیں سکتا لیکن علمائے کرام کی تقریریں روکنا چاہتا ہے، وقت آ گیا ہے کہ دفعہ ایک سو چوالیس کے یہیں پرخچے اڑا دیے جائیں۔ میں دفعہ ایک سو چوالیس کو اپنے جوتے کی نوک تلے مسل کر بتا دوں گا۔

پڑا فلک کو دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں

راجپال کو غازی علم دین نے حملہ کر کے ٹھکانے لگایا اور یوں جس انصاف کو فراہم کرنے میں عدالت پس وپیش

سے کام لیتی رہی، ایک عام مسلمان نے بڑھ کر قانون اپنے ہاتھ میں لیا اور مجرم کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

انگریز دور حکومت میں مجموعہ تعزیرات ہند نافذ تھا، جس کے دفعہ 295 میں مذہبی محترم شخصیات اور مقدس مقامات کی بے حرمتی اور توہین کی سزا زیادہ سے زیادہ دو سال قید اور جرمانہ تھی، پاکستان بننے کے بعد اس مجموعہ کو ضابطہ تعزیرات پاکستان کے طور پر تسلیم کرلیا گیا، لیکن اس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے جرم اور اس کی سزا شامل نہیں تھی۔ 1986ء میں تعزیرات پاکستان میں ایک نئی دفعہ ''295۔سی'' کا اضافہ کیا گیا، جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے مجرم کو عمر قید یا موت کی سزا مقرر کی گئی۔ 30 اکتوبر 1990ء میں وفاقی شرعی عدالت نے ''عمر قید'' کی سزا کو غیر شرعی قرار دے کر منسوخ کردیا اور صرف موت کی سزا کو برقرار رکھا، جس کے الفاظ یہ ہیں:

''جو شخص بذریعہ الفاظ زبانی، تحریری یا اعلانیہ اشارتاً کنایتاً بہتان تراشی کرے، یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کی بے حرمتی کرے، اسے سزائے موت دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔''

پروپیگنڈا مہم:...... مغرب اور حقوق انسانی کی نام نہاد تنظیموں نے اس قانون کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کیا اور مختلف حکومتوں پر اس میں ترمیم اور تخفیف کرنے کے لیے دباؤ ڈالا جاتا رہا، بعض حکمران اس میں ترمیم کے لیے آمادہ بھی ہوئے، لیکن عوامی طاقت کے خوف سے وہ اس میں تبدیلی نہیں کرسکے۔ اس سلسلے میں ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرنے والے علما اور مخلص کارکنوں کا کردار قابل رشک رہا۔ انہوں نے جہاں کہیں، اس طرح کی سازش کی بو محسوس کی، عوام میں بیداری کے لیے ''ہشیار باش'' کی صدا لگائی اور لوگوں کو بروقت جگانے کا فریضہ انجام دیتے رہے اور ایک مومن کے لیے اس سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہوسکتی ہے کہ اس کے وقت، اس کے مال، اس کی فکر اور اس کی مساعی کا محور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا تحفظ ہو، مبارک ہیں ایسے لوگ! اور قابل رشک ہیں ان کی زندگی کے لمحات!

حاصل گفتگو:...... جہاں تک مغرب اور کفریہ طاقتوں سے دلائل کی روشنی میں مکالمے کا تعلق ہے، یہ بات اپنی جگہ بے غبار ہے کہ ان کا رویہ عناد اور دشمنی پر مبنی ہے اور ایک عناد اور کینہ رکھنے والا دشمن، دلائل سے کبھی متاثر نہیں ہوتا، اس کے پاس اگر طاقت ہوتی ہے تو دلائل کا ٹکسال بھی اس کا اپنا ہوتا ہے اور خیر و شر کے پیمانے بھی وہ خود بناتا اور بگاڑتا ہے...... ہاں اہل اسلام کا یہ فریضہ ضرور ہے کہ وہ انسانیت کی ابدی صداقتوں کی روشنی میں حق اور حقیقت کو اجاگر کریں، خیر و شر اور نیکی اور بدی کے صحیح پیمانوں کا تعارف کرائیں اور داعیانہ اسلوب میں واضح کریں کہ کائنات کی مقدس ترین ہستی کی شان میں گستاخی صرف مسلمانوں کے جذبات مجروح ہونے کا سبب نہیں، بلکہ یہ اہانت

آمیز رویہ اختیار کرنے والی ان قوموں کے لیے دنیا اور آخرت کی بربادی اور تباہی کا ذریعہ بھی ہے، قرآن کریم نے اپنے بلیغ اسلوبِ بیان میں جگہ جگہ اس کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہے:

ولقد استھزیٔ برسل من قبلك فحاق بالذین سخروا منھم ما کانوا به یستھزء ون (الانعام:10)

''اور بلاشبہ آپ سے پہلے رسولوں سے بھی ہنسی کرتے رہے، پھر گھیر لیا، ان ہنسی کرنے والوں کو اس چیز نے جس پر ہنسا کرتے تھے''، یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ استہزاء کرتے تو انبیاء ان کو عذاب سے ڈراتے، لیکن وہ اس عذاب کا بھی تمسخر اڑاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی عذاب میں مبتلا کیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

اور آخر میں عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار پر مشتمل شاعر مشرق کا ایک لازوال قطعہ:

ہو نہ یہ پھول، تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو!
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

☆☆☆